سلسلہ دعوات عبدیت کے

حصہ سوم

کا

چوتھا وعظ

طریق القرب

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ عالم ربانی مولنا و مقتدانا حاجی حافظ قاری

شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی چشتی حنفی قدس سرہ

بہ تصحیح

محمد سراج الحق مچھلی شہری

ناشر

مکتبہ جامعی داخوانہ حسن منزل الہ آباد ۳

باہتمام حاجی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد

جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۷۶ھ

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین طریق القرب

Scanned with CamScanner

دعوات عبدیت جلد سوم کا

چوتھا وعظ ملقب بہ طریق القرب

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تعداد	متفرقات
قصبہ قنوج مسجد جامع	۱۰ رذیقعدہ ۱۳۲۹ھ یوم جمعہ	سوا دو گھنٹہ	بیٹھکر	طریق قرب حق	مولوی سعید احمد صاحب	۵۰۰	عوام اہل شہر کا مجمع زیادہ تھا نیز اور اہل حدیث بھی تھے

تنبیہ بر دولت عظمیٰ اور دولت قرب الٰہی

قرب الٰہی کا درجہ

عوام صوفیہ کی غلطی معنی قرب کے سمجھنے میں

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحاً فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات امنون۔ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے اس میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایک بڑی دولت کا پتہ اور اسکے حصول کا طریقہ بتلایا ہے اور جو غلطیاں سے واقع ہوگئی ہیں۔ ان پر تنبیہ فرمائی ہے۔ حاصل یہ ہے اس آیت کا ترجمہ سے اس دولت کا پتہ چل جاویگا۔ مگر اوّل مجملاً اسکا پتہ بتلاتا ہوں کیونکہ بہت کم لوگ اسکو دولت سمجھتے ہیں اور اہل دنیا تو کیا سمجھتے اکثر اہل دین بھی اس پر نظر کم کرتے ہیں اور وہ دولت قرب خداوندی ہے اور وہی اس آیت میں مذکور ہے اور اس قرب کی حقیقت عنقریب معلوم ہوگی اسلئے کہ وہاں قرب جسمانی تو ہے نہیں کہ فاصلہ کم ہوجائے کیونکہ یہ خواص جسم سے ہے باقی جو چیزیں مادی نہیں ہیں اگرچہ حادث اور ممکن ہوں ان میں بھی یہ قرب متصوّر نہیں ہے تو جو ذات پاک امکان اور حدوث سے منزہ ہے اس میں یہ قرب کیونکر متصوّر ہو سکتا ہے۔ اور یہاں سے ان عوام الناس کی غلطی معلوم ہوگئی ہوگی جو خواص کی صورت میں ہیں (اور خواص سے علماء مراد نہیں کیونکہ وہ ایسی غلطیوں سے محفوظ ہیں بلکہ مشائخ اور صوفیہ مراد ہیں تو جو لوگ ان حضرات کی صورت بنائے ہیں اور حقیقت میں وہ عامی ہیں) وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرب خداوندی بھی قرب جسمانی ہے اور اسکا پتہ انکی مثالوں سے چلتا ہے اور اگر محققین سے اس قسم کی کوئی مثال منقول بھی ہو تو ہم اس میں تاویل کرینگے لیکن یہ عوام اس قسم کے اقوال میں تاویل بھی نہیں کرتے بلکہ ان کی ظاہری متبادر معنی مراد لیتے ہیں اور اس قسم کے اقوال بولنے والے بعض تو وہ ہیں کہ خدا کو دریا اور اپنے

تشبیہ کے انکار میں غلو کرنا مذموم

کو موج کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور بعض لوگ قطرہ اور دریا کی تشبیہ دیتے ہیں تو اگر تشبیہات کسی معتبر کلام میں پائی جائینگی تو ہم اسکی تاویل کرینگے کیونکہ محض تشبیہ پر انکار کرنا تو غلو ہے قرآن شریف میں خود تشبیہ موجود ہے اللّٰہ نور السمٰوت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب۔ اس میں تصریح ہے کہ نور خداوندی کی صفت ایسی ہے جیسی کہ ایک طاقچہ ہو کہ اس میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک شیشہ میں ہو اور اس شیشہ کی یہ حالت ہو جیسے کہ ایک درخشاں ستارہ الی آخر القول پس جب قرآن میں خود تصریح تشبیہ کی ہے تو اگر مطلق تشبیہ مذموم ہوتی تو قرآن میں یہ تشبیہ کیوں مذکور ہوتی۔ اور اس واسطے میں نے ذکر کر دیا کہ آجکل بعض متشدد دین بہت غلو کرنے لگے ہیں کہ محض ظاہری الفاظ دیکھکر معنی میں غور نہ کر کے کفر و بدعت کا فتوی لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے لا تغلوا فی دینکم غیر الحق۔ کہ حق سے آگے نہ بڑھو کہ یہ غلو فی الدین ہے مثلاً جس چیز کی نظیر قرآن میں موجود ہو اسکو علی الاطلاق حرام کہدیا جائے۔

تشبیہ کی حقیقت

ہاں وجہ شبہ متعین کرنی چاہیئے تو سمجھ لو کہ تشبیہ میں مشارکت ہوتی ہے دو چیزوں کی کسی خاص امر میں مثلاً کسی کے چہرہ کو چاند سا کہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ حسن میں یہ اور چاند شریک ہیں یہ مطلب نہیں ہوتا کہ چہرہ بھی اسی قدر بڑا جسم ہے جس قدر چاند یا چاند میں بھی آنکھ ناک کان خد و خال موجود ہیں یا جیسے چاند کے ہات پیر نہیں اس شخص کے بھی نہیں۔

اللہ نور السموات والارض میں تشبیہ کے معنی

علی ہذا خدا تعالی نے جو تشبیہ دی ہے تو مطلق نورانیت میں تشبیہ دی ہے کہ کمال نورانیہ میں اس کے مشابہ ہے۔ اگرچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں کمال ایک درجہ کے نہیں ہیں جس طرح کلی مشکک کے افراد مختلف ہوتے ہیں برابر نہیں ہوتے مگر کوئی امر مشترک اس میں ضرور ہوتا ہے مثلاً شدت ضیاء اور مشبہ بہ کا اکمل ہونا بھی ضروری نہیں البتہ اوضح یا اشہر ہونا ضروری ہے تو اسی طرح سے اگر کسی محقق کے کلام میں خدا کو دریا اور اپنے کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دی ہو تو وہ کسی خاص امر میں ہوگی جیسا کہ مغربیؒ نے کہا ہے ؎

خدا کو دریا اور اپنے کو قطرہ کہنے کی وجہ

ز دریا موج گوناگوں بر آمد	ز بے رنگی بہ رنگ چوں بر آمد

افسوس ہے کہ آج یہ حالت ہے کہ جنھوں نے ایک پارہ قرآن کا بھی نہیں پڑھا وہ ان اشعار کو پڑھتے اور سنتے ہیں اور ان پر وجد کرتے ہیں حالانکہ خاک بھی نہیں سمجھتے اور اگر کچھ سمجھتے ہیں تو یہی کہ خدا پھیلا ہوا ہے اور ہم اس سے نکلے ہیں اور یہ سمجھ کر اپنا دین برباد کرتے ہیں ایسے اشعار کا اُن لوگوں کے سامنے پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور اس عدم جواز کے حکم سے کوئی تعجب نہ کرے دیکھئے حکماء امت نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ بعض لوگوں کے لئے حج کو ناجائز کہدیا ہے۔

مثلاً ایک ایسا شخص جس کے پاس زاد راہ بھی نہ ہو بیوی بچوں کو دینے کو بھی کچھ نہ ہو اسکے لئے سفر حج کو بالکل ناجائز کہا جائیگا اور یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں دیکھو عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا نصاً ناجائز ہے حالانکہ نماز کتنی بڑی عبادت ہے علیٰ ہذا عید کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر عبادت میں کچھ قیود وجوب کے ہوتے ہیں اور کچھ شرائط جواز کے ہوتے ہیں تو حج میں استطاعت وجوب حج کی شرط ہے اور اہل وعیال کا حق ضائع نہ ہونا جواز حج کی شرط ہے۔

اسکو حضرت مسعود بک رحؒ نے کہا اور واقعی حضرۃ کا کلام بدون علم ظاہری کے سمجھنا دشوار ہے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ اس فرمانے کا ہر شخص مخاطب ہے مگر واقع میں مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں سو فرماتے ہیں۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید معشوق درینجاست بیائید بیائید

یعنی تمھارے لئے محبوب اسی جگہ ہے کیونکہ مقصود رضائے حق ہے تو اگر بحالت مذکورہ بالا مکہ جاویگا تو خلاف رضائے حق ہوگا اسلئے خدا نہ ملے گا اسواسطے کہ محض سفر مکہ سے خدا نہیں ملتا۔ مثلاً اگر کوئی نفل حج کر کے بیوی کا حق ضائع کردے تو خدا تعالیٰ کب راضی ہوسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حج کرنا بھی ناجائز ہے۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ ایسے شخص کے سامنے کعبہ کی حالت بیان کرنا جس سے وہ مغلوب الشوق ہوکر سفر میں چلا جاوے جائز نہیں دیکھو ظاہر نظر میں یہ بات سمجھ میں بھی نظر نہیں آتی لیکن واقع میں بالکل صحیح فرمایا ہے اسواسطے کہ حالات سنکر سفر کا شوق پیدا ہوگا اور بوجہ عدم استطاعت کے یہ سفر معصیت ہوگا تو اسکا جو سبب ہے وہ بھی معصیت ہوگا واقعی اوّل اوّل جس نے امام غزالی کا یہ قول سنا ہوگا اس نے امام کو کافر کہا ہوگا۔ حالانکہ امام بالکل ٹھیک لکھ رہے ہیں کہ جب سفر معصیت ہے اور تذکرہ اسکا سبب ہے تو تذکرہ بھی معصیت ہوگا۔ غرض کیسی ہی عبادت ہو وہ کسی نہ کسی وقت ناجائز ہوجاتی ہے۔ ایک اور مثال یاد آئی نیک کام میں چندہ دینا عبادت ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ بھی جائز نہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا چندہ لینے سے اسلئے انکار فرمادیا کہ وہ اس واقعہ سے پہلے خود سوال کرچکا تھا تو اس چندہ دینے کا مآل یہ ہوتا کہ جب اپنے پاس کچھ نہ رہتا تو پھر سوال کرتا خوب سمجھ لو بس شریعت جو کچھ حکم کرے وہ کرو جہاں شریعت پڑھنے کی اجازت دے پڑھو جہاں روک دے رک جاؤ۔ بالکل مسلمان کی وہ حالت ہونی چاہئے کہ جیسے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس سے پوچھا کہ تم کیا کھایا کرتے ہو کہنے لگا جو کچھ آپ کھلادینگے وہی میری غذا ہے اور بزبان حال یہ کہا ؎

زندہ کنی عطائے تو وربہ کشی فدائے تو
جان شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

سلطان کی شان عبدیت

جب غلام کی شان آقا کے سامنے یہ ہے تو کیا خدا تعالیٰ کے سامنے بندہ کی یہ شان بھی نہو غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے مردہ بدست زندہ اور آپ کے احکام جیسے کبھی منصوص ہوتے ہیں اسی طرح کبھی غیر منصوص اور مستنبط بھی ہوتے ہیں اور یہ سب حضور ہی کے احکام ہیں اور فقہ اور حدیث میں یہی فرق ہے کہ حقیقۃً ایک ہی لباس جدا جدا ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　من انداز قدت را می شناسم

عاشق کی یہ شان ہوتی ہے کہ محبوب جس جوڑہ میں بھی آوے وہ پہچان لیتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ عاشق نہیں۔ تو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں ان کو حدیث فقہ سب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات نظر آتے ہیں۔ بہرحال شریعت کے احکام یہ ہیں اور یہ واجب العمل اور متبوع ہیں تو جب حج کو جانا بعض کو ناجائز ہے تو یہاں سے قیاس کر کے دیکھ لو کہ جب بعض وقت عبادت ناجائز ہو جاتی ہے تو ایسے اشعار کا گو وہ صحیح ہوں ذکر کرنا ان لوگوں کے سامنے جبکہ ان میں کوئی مفسدہ ہو اگر ناجائز ہو جائے تو عجب کیا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کسی کے سامنے اسکی عقل سے بڑھکر کلام کیا گیا تو وہ اسکے لئے فتنہ ہوگا تو اب جو ایسے اشعار عوام کے سامنے پڑھے جاتے ہیں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتے اگرچہ وہ حافظ اور مغربی ہی کے ہوں تو یہ عام کے لئے فتنہ ہونگے یا نہیں۔ ان حضرات کے کلام کے صحیح ہونے میں کلام نہیں جو کچھ انھوں نے کہا صحیح ہے لیکن اسکے سمجھنے کے لئے فہم صحیح اور طبیعت سلیم درکار ہے مولانا ایسے ہی نازک مضامین کی نسبت فرماتے ہیں ؎

نکتہا چوں تیغ پولاد ست تیز!　　　گر نداری تو سپر واپس گریز

کہ بہت سے نکتے تلوار کی طرح تیز ہیں اور سپر سے مراد فہم یعنی اگر فہم نہ ہو تو دور رہو۔ آگے فرماتے ہیں

پیش ایں الماس بے اسپر میا　　　کز بریدن تیغ را نبود حیا

کہ اسکے سامنے بدون سپر نہ آؤ کیوں کہ ایمان اگر اسکے سامنے پڑے گا یہ اس کو قطع کر دیگا۔
اور اسی واسطے ابن العربی نے کہا ہے۔ یحرم النظر فی کتبنا رہا یہ شبہ کہ جب کتاب کے دیکھنے کی اجازت نہیں تو پھر لکھا کیوں تھا یہ شبہ اکثر بڑے لوگوں کو بھی ہو جاتا ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ وہ حالات جو ان پر طاری ہوئے دوسرے لوگوں پر بھی طاری ہو سکتے ہیں تو انھوں نے اپنے سے پچھلے لوگوں کے لئے جن پر وہ حالات طاری ہوں اپنے اقوال واحوال کو مدون کیا ہے۔ تاکہ پچھلوں کے پاس معیار رہے ورنہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہماری طاعت مقبول ہے یا مقبول ہے یا مردود اور جب پہلوں کی

حالات مدون ہیں تو نہایت آسان ہے کہ اس پر منطبق کرکے دیکھ لو اگر مطابق ہو تو صحیح ورنہ باطل - تو خلاصہ یہ ہوا کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے جیسوں کے لئے لکھا ہے نہ عوام الناس کے لئے اسی لئے اسکو دیکھنے سے منع کر دیا بلکہ وہ اخفار کا اسقدر اہتمام کرتے ہیں کہ ان کے سامنے ان مضامین کا اگر کوئی انکار کرتا ہے تب بھی انکو جوش نہیں آتا اور وہ بیان نہیں کرتے - بلکہ یوں کہتے ہیں ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی　　　بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

احوال اور علم اسرار کا اخفا ضروری ہے

رسول کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے علوم کا اعلان کرے اور ولی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے علوم کا اخفار کرے اسلئے انکو کبھی ہیجان بھی نہیں ہوتا - البتہ اپنے خواص سے بیان کرتے ہیں تو یہ کہکر کہ کلام غیر اہل کے سامنے بیان نہ کرو - تصوف کے اجزاء بہت سے ہیں منجملہ انکے احوال بھی ہیں انکو کسی سے بیان نہ کرنا چاہیئے - کیونکہ وہ اپنے خاص معاملات ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ - ان کے ظاہر کرنے سے اپنا باطنی نقصان ہوتا ہے -

عوام کے ایسے مضامین نہ سمجھنے کی مثال

نیز ایک جز اس میں علم مکاشفہ اور اسرار بھی ہیں انکو بھی کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اور بہت سی غلط فہمیاں سننے والے کو ہو جاتی ہیں جن سے اسکا بہت نقصان ہو جاتا ہے - اور عوام کے نہ سمجھنے کی ایک مثال بیان کرتا ہوں -

دیکھو اگر کسی شخص نے کبھی آم نہ دیکھا ہو اور اسکے سامنے آم کی کیفیت بیان کی جائے تو کیسی ہی جامع مانع حقیقت بیان کرو لیکن سمجھ میں نہیں آسکتی اسی لئے کسی نے کہا ہے -

پرسید یکے کہ عاشقی چیست　　　گفتم کہ چو ما شوے بدانے

جہلا صوفیہ کی بے احتیاطی اشعار پڑھنے میں

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امور وجدانیہ وجدان ہی سے سمجھ میں آتی ہیں اور وجدان محض سننے سے پیدا نہیں ہوتا - اسی واسطے محققین اجانب پر کبھی ظاہر نہیں کرتے - اب بے احتیاطی ہو گئی ہے کہ عام مجالس میں اس قسم کی غزلیں پڑھی جاتی ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا میں ایسے لوگوں سے بہت ملا ہوں کہ ان الفاظ کے معنی غلط سمجھتے ہیں - ایک ایسا ہی شخص مجھ سے ملا اور پوچھا کہ تصور شیخ جائز ہے یا نہیں - میں جائز کہنے کو تھا بشرائط مگر میرے ذہن میں آیا کہ شاید یہ تصور شیخ کے معنی غلط سمجھ رہا ہو اس لئے میں نے اس سے

تصور شیخ کے معنی ایک شخص نے غلط سمجھے

پوچھا کہ تصور شیخ کے کیا معنی ہیں کہنے لگا خدا کو بشکل شیخ سمجھنا - انا للّٰہ حالانکہ قرآن شریف میں تصریح ہے کہ لیس کمثلہ شیٔ - اور یہ جو بعض آیات میں ید اللّٰہ فوق ایدیھم وغیرہ آیا ہے وہاں ید وغیرہ سے یہ مراد نہیں کہ ہم جیسے ہات پیر ہیں بلکہ جو اسکے مناسب ہوں ہم اسکی حقیقت دریافت نہیں کر سکتے -

ہماری مثال عدم احاطہ حقیقت میں ایسی ہے جیسے کہ ایک پانی کا کیڑا انسان کی مصنوعات ریل اور

تار وغیرہ کو دیکھے اور انکی نا تمام حقیقت دریافت کر کے اندازہ کرے کہ جس نے یہ بنایا ہوگا وہ اس قسم کا ہوگا کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارے ہات پاؤں کی حقیقت کو دریافت کر سکتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس مثال سے بھی بالاتر ہیں لیکن تقریب فہم کے لئے اس مثال کے ضمن میں اس کو ظاہر کیا گیا ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم — وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر — ماہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

غرض خدا تعالیٰ کو کوئی کیا پہچان سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اعلمنا باللہ ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے۔ انی اعلمکم باللہ آپ بھی اس سے اپنا عجز ظاہر فرماتے ہیں۔ لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ یہاں تو منتہائے ثناء یہ ہے کہ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست۔ اور یہی خاموشی حاصل ہے حدیث مذکور کا حضرت مرزا مظہر جانؒ اس عجز کو عجیب عنوان سے فرماتے ہیں ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست — محمد چشم بر راہ ثنا نیست!
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس — محمد حامد حمد خدا بس

خدا کی تعریف سے حضور کی تعریف اور حضور کی طرف سے خدا کی تعریف کافی ہے آگے فرماتے ہیں ؎

مناجاتے اگر خواہی بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو مے خواہم خدا را — الٰہی از تو حب مصطفےٰ را

حقیقت میں بے مثل مضمون ہے۔ باقی کوئی یہ شبہ کرے کہ حضور تو فرماتے ہیں لا احصی ثناء علیك اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کا ثنا کرنا کافی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ کفایت ہمارے اعتبار سے ہے ورنہ خدا تعالیٰ کو کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا ؎

دور بیناں بارگاہ الست — جز ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

یعنی اتنا معلوم ہوا کہ موجود ہے باقی یہ کہ کیا ہے اور کیسا ہے اس کے لئے بس یہ سمجھے کہ ؎

اندریں راہ انچہ می آید بدست — حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

شیخ شیرازی رحمۃ اللہ کہتے ہیں ؎

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم! — کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم
محیط ست علم ملک بر بسیط — قیاس تو بروے نگردد محیط!
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار — کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار